تأثرات

از جناب مولانا محمد شفیع صاحب سکرٹری انجمن اہلحدیث پٹیالہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوموں کے عروج و اقبال کی ارتقائی منزلیں افراد کی ذہنی صلاحیت کی مرہون منت ہوتی ہیں جس قدر ذہنی نشوونما میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اسی قدر قوم ترقی و ترفع کے مدارج طے کرتی جاتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہی سب سے بڑا مسحور کن معجزہ تھا کہ حضور علیہ السلام نے عرب کے جاہل بدوؤں کی ذہنیت میں اس قدر صلاحیت وانسانیت پیدا کر دی تھی کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے استاد بن گئے اور آج تہذیب ان کے نام پر فخر کرتی ہے۔ لیکن جونہی یہ صلاحیت افراد میں سے جاتی رہی قوم کی قوم تباہی و بربادی کے قعر میں جا گری۔

انسانی صلاحیت میں علم کو سب سے بڑا دخل ہے دراصل علمی رفعت ہی قوموں کو لیلائے ترقی سے ہمکنار کرتی ہے اور علمی شغف ہی قوموں کو انسانیت کبریٰ کے قصر رفیع سے روشناس کراتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ علم کے برابر اور کسی صفت انسانی کا درجہ نہیں۔ اسلام نے اپنے عہد عروج میں علم کی جسقدر سرپرستی فرمائی۔ علما کو جس طرح سے اپنی آغوش میں لیا ہے اُس کا تمام یورپ شاہد ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔

اسلام کی ہر ایک سلطنت خواہ وہ کسی حصہ زمین میں تھی۔ سب میں تنافس باہمی صرف ترقی علم و حمایت علما کی بابت پایا جاتا ہے ہر ایک کی سعی و کوشش یہ ہی تھی کہ اسی کی سلطنت سب سے بڑھکر مربی علم و علما ثابت ہو۔ مشرق و مغرب و افریقہ میں مدارس عام کھلے تھے۔ ہر ایک مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ اور دارالقیام بنے ہوئے تھے۔ صرف مدرسہ نظامیہ بغداد میں جو نظام الملک طوسی کا بنایا ہوا تھا۔ چھ ہزار طالب علم تعلیم پاتے تھے۔ جن کے جملہ اخراجات خوراک وغیرہ مدرسہ کی طرف سے دیئے جاتے تھے۔

ہمارے ملک ہندوستان میں بھی زمانہ اسلام میں جابجا مدارس کھلے تھے۔ جن کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ جن میں طلبا مفت تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسلام نے مساجد کے ساتھ دارالاقامہ کھول دیئے تھے کہ جہاں پر ہر ایک قسم کی تعلیم ہر شخص کو بلاتخصیص مذہب وملت دیجاتی تھی۔ انہی یکجہتی مدارس نے ہندوستان کی مایہ ناز شخصیتیں پیدا کیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ ان ہی مساجد کے فیض یافتہ تھے کہ جن کی علمی فضیلت پر آج ہندوستان فخر کرتا ہے۔

مگر وائے بدبختی کہ پچھلی دو صدیوں میں ہم سے علمی صلاحیت جاتی رہی۔ اور قوم کی قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ یہ ہی دہلی صدیوں تک مرکز علم رہی کہ جس نے وسط ایشیا تک کے طلبا کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ اب بھی مٹے کھچے آثار ان مدارس کے موجود ہیں کہ جو کبھی ہر قسم کے علوم کی یونیورسٹیاں تھیں اور جہاں کے فارغ التحصیل طلبا تہذیب انسانیت کی تکمیل میں سالار قافلہ کا کام دیتے تھے۔ اسلام نے کبھی تعلیم دینے کی قیمت وصول نہیں کی اور نہ ہی علم کو کسی خاص قوم یا فرقہ کیلئے مخصوص کیا۔ فاتح و مفتوح۔ اچھوت غیر اچھوت یکساں اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

اب زمانہ بدل گیا مغربیت نے جہاں اور ہمارے جوارح پر اثر کیا۔ تعلیم کی بھی ارزانی جاتی رہی۔ ہندوستان میں اب تعلیم کا خرچ اس کی غربت پر ایک ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ اور پھر نتیجہ کے لحاظ سے سوائے اس کے کہ ہم چند ایک زبانوں کا استعمال سیکھ لیں اور کچھ نہیں۔ مگر فطرت الہیٰ کسی چیز کو ناپید نہیں کرتی۔ کچھ نہ کچھ آثار اس کے باقی رہتے ہیں۔ خدا چند ایک اپنے بندوں کو چن لیتا ہے کہ جو خاص اللہ کی رضامندی و رضاجوئی کے لئے اپنی دولت کو صحیح راستہ میں استعمال کرکے دوسروں کے لئے مشعل راہ بنتے ہیں۔

اتفاق سے انجمن اہلحدیث پٹیالہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مولانا مولوی حافظ محمد اسمعیل صاحب روپڑی بھی تشریف لائے اور وہ جاتے ہوئے ہماری جماعت کے امام و خطیب حضرت مولانا مولوی قادر بخش صاحب بازید پوری مولوی فاضل مدرسہ عمر آباد مدراس کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے کہ مولوی شہاب الدین صاحب کسی وجہ سے نہیں چل سکے آپ ساتھ چلیں۔ چنانچہ حضرت مولانا مولوی قادر بخش صاحب نے واپسی پر ذکر فرمایا۔ جس کا جماعت میں احساس ہوا۔ کہ اللہ کا ایک مقبول بندہ جو دنیاوی دولت سے مالا مال ہے اس نے اپنی آخرت کا ذخیرہ پرانے علمی آثار کی شکل میں قائم کر رکھا ہے جہاں سے تشنگان علم ہر سال اپنی پیاس بجھا کر نکلتے ہیں۔

میری مراد مدرسہ رحمانیہ سے ہے۔ جو ایک نہایت خوشنما عمارت میں ہندوراؤ کے باڑہ سے قرولباغ جانیوالی سڑک پر ایک نہایت عمدہ اور پرتکلف عمارت میں قائم ہے جس میں اس وقت ستر کے قریب طالب علم معارف قرآن و حدیث صلعم سے واقف ہوکر مسلمانوں کی ذہنی صلاحیت و دینی تربیت کی ترقی و ترفع کا کام کرتے ہیں۔ میں بحیثیت مسلمان کے نہیں بلکہ ایک انسان کے اس امر پر اعتقاد رکھتا ہوں کہ جب تک دنیا اس معلم اخلاق کے اصولوں کی پیروی نہیں کرے گی کہ جو عرب کے ریگستانوں میں منشار خداوندی کے ماتحت وضع کیے گئے تھے۔ کبھی دینی و دنیاوی فلاح و بہبودی کو حاصل نہیں کرسکیگی۔ جو سعید روحیں اس مسئلہ کو سمجھکر اس بارہ میں خدمت کررہی ہیں وہ مستحق صد ہزار تبریک و تحسین ہیں۔

• مدرسہ رحمانیہ میں ان اصولوں کو پھر دوبارہ یاد دلایا جاتا ہے کہ جن پر چلنے سے عرب کے بدو ایک مہذب قوم بن گئے تھے اور جن کی نسبت اب محسوس کیا جارہا ہے کہ دنیا کو پھر ان کی ضرورت ہے۔ دنیا کے موجودہ مسائل (جو انسانوں کے نزاع باہمی کا سبب بن رہے ہیں) کا واحد حل تعلیم محمدی میں ہے۔ جو مدرسہ رحمانیہ کا طغرائی امتیاز ہے۔ میں سنکر حیران رہ گیا کہ اس مدرسہ کا مہتمم اپنی کمائی کا بہت بڑا حصہ اس مدرسہ پر اس فراخدلی سے خرچ کررہا ہے کہ جو کبھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا خاص حصہ تھی۔

تمام اساتذہ کے معقول مشاہرہ لڑکوں کے تمام اخراجات خوردنی و پوشیدنی اور ان کی تمام ضروریات کی کفالت محض ایک تن واحد حضرت میاں عطاء الرحمٰن صاحب کی صحیح سخاوت پر منحصر ہے۔ جو بلا امداد غیرے اپنی گرہ سے اس اہم خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔ میاں صاحب کے خلوص کا یہ حال ہے کہ امتحان کے وقت کامیاب طلبار کی حوصلہ افزائی و اساتذہ کی محنت و کارکردگی کا صلہ نقد انعامات کی شکل میں علاوہ ان اخراجات کے الگ دیتے ہیں کہ جس کا بار انھوں نے اپنی ذات پر اٹھا رکھا ہے۔ میرے پر حضرت میاں صاحب کے ان کلمات کا بڑا اثر ہوا۔ جبکہ انھوں نے حضرات علمار کرام کو مخاطب کرکے یہ فرمایا کہ تم مجھے اللہ و رسول صلعم کا صحیح حکم پہنچاؤ۔ اگر میں عمل نہ کروں تو قیامت کے روز جوابدہ ہوں۔ ورنہ آپ صاحبان ذمہ دار ہوں گے۔

اس الحاد و کفر کے زمانہ میں جبکہ لامذہبیت و دہریت کی آندھی زور شور سے چل رہی ہے۔ جس میں بڑے بڑے زعمائے اسلام

بہے جارہے ہیں۔ اللہ کے ایک بندہ کا اس قدر اپنے آپ کو عملاً فنا فی الاسلام ظاہر کرنا اور پھر تعلیم اسلام کے سانچے میں لوگوں کو ڈھالنے کی کوشش کرنا کس قدر مبارک بات ہے۔ دراصل ایسے ہی لوگ ہیں۔ جو اللہ کی رضامندی حاصل کرتے ہیں اور جو نہ صرف اپنی ذات کو بلکہ لوگوں میں تعلیم پھیلا کر وہ صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس سے قومیں بنتی ہیں۔ ایسے چھوٹے چھوٹے ادارے جو بظاہر کائنات عالم میں ایک ذرہ معلوم ہوتے ہیں قوموں کی تعمیر میں بنیادی اینٹوں کا کام دیتے ہیں۔

میں یہ باتیں کسی شخصیت کو خوش کرنے کیلئے نہیں لکھ رہا۔ بلکہ صحیح ضرورت واضح کرنے کیلئے عرض کر رہا ہوں۔ دنیا بیشک مغربیت میں جذب ہورہی ہے لیکن یہ جاذبیت جس قدر زیادہ نمایاں ہورہی ہے اسی قدر مشرقی اخلاق گرتے چلے جاتے ہیں اور اب تہذیب کا اخلاقی پہلو اس قدر کمزور ہوچلا ہے کہ بیٹے اور باپ کے درمیان میں بھی ادب و اخلاق باقی نہیں رہا۔ چنانچہ ہماری تمام سیاست جو بلا مذہب کے چلائی جارہی ہے قالب بے روح سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اور اس کی بہیں بڑی ضرورت ہے کہ ہم ابنائے جنس کے باہمی معاملات میں ہر ایک کی ذمہ داری اور اس کے حقوق کو برقرار رکھیں کہ جس کو موجودہ زمانہ کی عیار سیاست تسلیم نہیں کرتی۔ اس لئے قوموں میں انتشار و تفکر کے آثار نمایاں ہیں۔ صحیح تعلیم ہی درست راستہ پر ڈال سکتی ہے۔ یکطرفہ تعلیم دماغی عیاشی کی پرورش کرتی ہے۔

میں ایک بات مہتمم مدرسہ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ انگریزی بھی بطور ثانوی زبان کے جاری کردیں اور پرانے علم کلام اور درس نظامیہ کے فلسفہ کے ساتھ مغربی فلسفہ و سائنس سے بھی روشناس کرائیں تاکہ طلباء نئے آلات سے مسلح ہوکر ملحدانہ حملوں کا مقابلہ کرسکیں۔ یہ بات کہ انگریزی کے بہت مدارس ہیں اس ضرورت کا جواب نہیں ہوسکتی۔ جو ہم اس مدرسہ سے چاہتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستان و بیرون ہندوستان میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرسکیں۔ اور اسلام کو موجودہ زمانہ کے مطابق مذہب ظاہر کرکے دنیا کو راغب کرسکیں کہ اگر امن و عافیت چاہتے ہیں تو اس مرکز پر جمع ہوں۔ جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا۔ جہاں پر نہ تو رنگ و نسل کی پوجا ہوتی ہے اور نہ ہی وطن کو معبود بنایا جاتا ہے۔ بلکہ وہاں کا فارمولا تو یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے ہر ایک ممبر خواہ وہ چین کا رہنے والا ہے یا یورپ کا۔ افریقہ کا حبشی ہے یا وسط ایشیا کا تاتاری سب بھائی بھائی ہیں اور سب ایک نسل سے ہیں جو چند سالوں کی زندگی لیکر یہاں آئے ہیں اور یہ سب آئندہ کے دوزخ و بہشت کو یہاں تعمیر کر رہے ہیں۔ آخیر میں دعا ہے کہ خداوند کریم حضرت میاں صاحب کے عزم راسخ میں استقلال بخشے اور مدرسہ رحمانیہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین۔

ایڈیٹر ہم اپنے محترم کے بلند جذبات کا احترام کرتے ہیں اور آپ کے مفید مشورے کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے عرض گذار ہیں کہ موجودہ تعلیم کا نصاب آٹھ سال کا ہے پھر اگر اس میں غیر جنس کا ایک علم شامل کردیا گیا تو زمانہ کی امداد کے ساتھ ہی ساتھ ڈر ہے کہ کہیں دونوں چیزوں میں خامی نہ رہ جائے اس لئے کیا اچھا ہو کہ اس مدرسے کے نظام اور نصاب کو تو یونہی رہنے دیا جائے۔ اور یہاں کے فارغ شدہ طلبہ کے لئے انگریزی تعلیم کا انتظام اعیان قوم کچھ اور کرلیں۔ اور جو طلبہ اس لائق نظر آئیں انھیں پڑھادیں

میں اپنے مدرسے کے اساتذہ اور مدرسین کرام سے بھی با ادب عرض کرونگا کہ ان پردیسیوں کو مثل اپنی اولاد کے سمجھیں اور محبت و شفقت کے ساتھ ان سے پیش آئیں اور جو کچھ جناب باری نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو دے رکھا ہے آپ اس کا حصہ انھیں بھی پہنچائیں ساتھ ہی ساتھ ان کے اخلاق و عادات کی اصلاح بھی فرماتے رہیں آپ ہی میرے دست و بازو ہیں اور مدرسے کی نیکنامی کا مدار آپ ہی کی کوششوں پر ہے مجھے بفضل خدا آپ پر پورا اعتماد ہے اور خدا کو سونپنے کے بعد میں اپنے مدرسے کے کل امور میں آپ کی مساعدت کا خواہاں ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی ان تھک دینی محنتوں کا نیک معاوضہ اور اجر جمیل عطا فرماوے۔ آمین۔

میں دوبارہ اپنے طالب علموں کو مرحبا کہتے ہوئے انھیں امید دلاتا ہوں کہ وہ انشاء اللہ یہاں اپنے گھر کی سی راحت پائیں گے اور مجھے اپنی ہر طرح کی خدمت میں منہمک دیکھیں گے تاوقتیکہ وہ علم کے حاصل کرنے میں اور اپنے اخلاق و عادات کو مطابق سنت درست کرنے میں اور مدرسے کے قواعد کا احترام کرنے میں پہلو تہی نہ کریں۔

آج مدرسے کے اٹھارہویں تعلیمی سال کا افتتاح ہے لو اب بسم اللہ کرو اور اپنے اسباق شروع کرو میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تم پر اپنے دین کی راہیں آسان کرے اور بھلائی کے ساتھ تمہیں تمہارے نیک اور اہم مقاصد میں جلد تر کامیاب فرمائے آمین

میں ہوں آپ سب کا خادم

عطاء الرحمٰن (مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

مرد مسلمان

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایۂ جبریل امیں بندۂ خاکی — ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشاں
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے — دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز — آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمان

بنتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

(ضرب کلیم)